دینی مدارس اور جدید تعلیمی تقاضے

حافظ رشید احمد تھانوی

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی خشت اول ہی ''علم'' سے وابستہ ہے، دراصل اسلام ''علم وعمل'' کا دین ہے۔ علم کے بغیر عمل ناممکن ہے اور عمل کے بغیر علم بے فائدہ ہے اور ''علم وعمل'' درحقیقت دنیا وآخرت سنوارنے کا دوسرا نام ہے۔ گویا اسلامی تعلیمات کا مقصد صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ انسان کی دنیوی زندگی کو زیادہ سے زیادہ مفید اور پسندیدہ اعمال سے مزین بنایا جائے، تاکہ اس کی آخرت بھی سنور جائے۔ بالفاظ دیگر فلاح دارین اسلام کا مقصود اصلی ہے۔ چنانچہ امت مسلمہ کا تعلیمی ہدف سوائے اس کے، کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی آئندہ نسلوں کو ایسی تعلیم دیں کہ ان کی دنیوی زندگی مفید تر اور اخروی زندگی کامیاب ترین ہوجائے۔ اور اس ہدف کا حصول، قرآن وسنت کی مؤثر تعلیم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''علم'' کے مقابلے میں دوسری قوت ''جہل'' کو بھی پیدا فرمایا ہے اور ''علم'' کو پھول دار پودے کی مانند بنایا ہے، جس کو مسلسل دیکھ بھال اور باقاعدہ آبیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ ''جہل'' کی مثال ایک بے ثمر بلکہ مضر پودے کی ہے، جو کہ خودرو ہوتا ہے اور اس کو پھیلنے کے لیے کسی دیکھ بھال یا آبیاری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور جب ''علم'' کی ترویج سے غفلت برتی جائے تو انسانی معاشرہ میں ''جہالت'' کا فروغ پانا یقینی ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جب ''جہالت'' کا سدباب کرنے میں غفلت برتی جائے تو اس کے نتیجہ میں ''ضلالت'' (گمراہی) جنم لیتی ہے۔ لہٰذا کسی معاشرہ میں ''علم'' کے مطابق ''عمل صالح'' کا ماحول پیدا کرنے کے لیے دو کام کرنے پڑتے ہیں: نمبر ۱: علم کو پھیلانا، نمبر ۲: جہل کو روکنا۔ جب کہ جہالت پر مبنی ماحول کو زندہ رہنے اور پروان چڑھنے کے لیے صرف ایک چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہے ''غفلت''۔

موجودہ دنیا میں اسلام واحد مذہب ہے جس کو حقیقی طور پر سچا، مکمل اور فطرت کے عین مطابق دین کہا جاسکے۔ اس کے علاوہ دنیا میں جو ادیان پائے جاتے ہیں، ان میں سے اکثر پر تو لفظ ''دین'' کا اطلاق بھی شاید درست نہ ہو، حق وباطل ہونے کی بحث الگ ہے۔ البتہ مذہب عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لایا ہوا دین ہونے کا دعویٰ تو کرسکتا ہے، لیکن یہ مذہب تحریفات کی وجہ سے آج کی دنیا میں اپنی اصل شکل سے بہت دور، ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے، جہاں مذہب کو انسان کی عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ جب کہ اسلام ایک مکمل اور بھرپور عملی مذہب ہے، جس میں انسان کی پیدائش۔

موت تک ہر ہر مرحلہ کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ لہٰذا آج کی دنیا میں اگر کوئی انسان احکام خداوندی اور رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گذارنا چاہتا ہے تو اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے، اور وہ ہے تعلیمات نبویہ کی روشنی میں شریعت اسلامیہ کا اتباع۔ یعنی نوع انسانی کی عملی زندگی میں رہنمائی وہدایت کا واحد ذریعہ مذہب اسلام ہی ہے اور اس بات کو آج کی دنیا طوعاً یا کرہاً تسلیم کر چکی ہے، جس کا واضح ثبوت نومسلموں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تعداد ہے، جبکہ دوسرے مذاہب میں نئے داخل ہونے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے اور دوسرا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج اسلام دشمنوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف، دم توڑتے ہوئے درندے کی طرح آخری کوششوں کا سہارا لیا جارہا ہے۔ جہاں تک بعض ذہنوں میں مسلمانوں پر قدامت پسندی کے الزام کا سوال ہے!..... تو نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور کامل دین اسلام کے آجانے کے باوجود بھی، قدیم مذہب عیسائیت یا یہودیت وغیرہ پر ڈٹے رہنا قدامت پسندی ہے۔ شرک وگمراہی کے اندھیروں سے نکل کر اسلام لے آنے کا نام قدامت پسندی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو عین جدت پسندی اور حق پرستی ہے۔

جدید سائنسی ترقیات کی وجہ سے بنی نوع انسان عملی زندگی کے نہج اور طرز کے اعتبار سے ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں، جہاں سادہ زندگی گذارنے کا تصور بھی ناممکن نظر آتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ بہرحال دنیا کو عنقریب اپنے طے شدہ انجام تک پہنچنا ہے اور اب جیسا کہ حالات حاضرہ سے ظاہر ہے، کائنات کے انجام کی طرف اس سفر کی رفتار اپنی تیزی کی انتہاء کو چھوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دوسری طرف آج کی گلوبل دنیا مختلف تہذیبوں اور ثقافتوں کے تصادم کے بعد مشترکہ عالمی تہذیب کی طرف قدم بڑھا رہی ہے، جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ کے سیاسی، عسکری، تعلیمی، تہذیبی، معاشرتی اور تجارتی معاملات بڑی تیزی سے اس گلوبل سسٹم سے متاثر ہو رہے ہیں۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں کے دینی تشخص کو ایک زبردست تہذیبی تصادم کا سامنا ہے۔ لیکن آج جب اسلام کے رہنما اصولوں سے استفادہ کی ضرورت پیش آئی ہے، تو مسلمانوں میں چند وجوہات کی بنا پر ایسے افراد کی تعداد بہت کم ہے جو اسلامی تعلیمات میں دیئے گئے ''قدیم زریں اصولوں'' اور آج کے ''جدید عملی مسائل'' کے درمیان اس فاصلے کو کم کر سکتے ہوں، جو صدیوں کی طویل علمی مسافت اور تحقیق عرق ریزی کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کی واضح مثالیں فی زمانہ ''سود پر مبنی بنکاری نظام'' یا ''انگریزی کا قانونی نظام'' اسی طرح ''جدید نظام ہائے تعلیم'' اور شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کا درمیانی فاصلہ ہیں۔ جس کو عبور کرنا اب ایک بہت بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ کیونکہ یہ کام اگر بتدریج انسانی طرز زندگی کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ علمی طور پر ہوتا رہتا تو اس سوال کی نوبت ہی نہ آتی کہ اب اس جدید نظام اور طرز زندگی کو جلد از جلد اسلامی کیسے بنایا جائے؟.....

دراصل سود پر مبنی بنکاری نظام، اسی طرح اعتباری زر پر مبنی معاشی نظام، یا انسانی عقل کے تراشیدہ ضابطوں پر مبنی قانونی نظام، یا جدید سائنسی ترقیات پر مبنی تعلیمی نظام وغیرہ ایک وقت تک تو ان اصولوں کی روشنی میں ارتقاء کے منازل طے کرتے رہے، جو کہ خالص انسانی عقل کی پیداوار تھے۔ لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانی عقل کی پرواز کی ایک حد

ضرور ہے اور اب اس حد پر پہنچ کر ان نظام ہائے زندگی کو ایسے آفاقی اصولوں سے رہنمائی کی ضرورت پیش آ گئی ہے، جن کو انسانی عقل وضع نہیں کر سکتی۔ اگر چہ یہ ضرورت ابتداء عمل میں بھی تھی لیکن اُس وقت ان سے غفلت برتی گئی اور اب ان نظاموں میں ''ہدایت ربانی'' کے بغیر محض انسانی عقل کی رہنمائی میں نشو ونما پانے والے اصولوں کی قلعی کھلنا شروع ہو گئی ہے۔ اس کا واضح ثبوت آج کی دنیا میں رائج ''استحصالی معاشی نظام'' اور انسان کو بروقت انصاف دلانے میں ''ناکام عدالتی نظام'' اسی طرح علم وشعور سے خالی اور عمل صالح سے نابلد، محض ڈگریوں کا بوجھ تھمانے والے تعلیمی اداروں کی موجودگی ہے۔ اس کو کسی دلیل سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ اس زمانی فاصلے کے طویل ہونے کی کچھ ذمہ داری، مسلمانوں میں سے اہل علم ودانش پر بھی عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جہاں حکمرانوں نے ''منصوبہ سازی'' میں غفلت برتی اور قوم نے اہل علم ودانش سے دوری اختیار کر کے عملی زندگی کو آگے بڑھایا، اسی طرح علماء اور دانش وروں نے بھی خود آگے بڑھ کر ان تیزی سے بدلتے اور ترقی کرتے نظاموں کو اسلامی بنانے میں مؤثر کردار ادا نہیں کیا، یا ممکن ہے ان کو قصداً اس کام سے دور رکھا گیا ہو۔ مثلاً انگریزوں کے بنائے ہوئے قانون معاہدہ میں مبیع کے عیب بیان نہ کرنے کے بارے میں، درج ذیل تمثیل اب تک موجود ہے، اور پاکستان کے لاء کالجز میں اسی طرح پڑھائی جاتی ہے:

نمبر ا۔ ''الف'' نیلام کے ذریعے ''ب'' کے ہاتھ ایک ایسا گھوڑا فروخت کرتا ہے جس کے بارے میں ''الف'' کو علم ہے کہ وہ پاگل ہے۔ ''الف'' ''ب'' کو گھوڑے کے پاگل ہونے کی نسبت کچھ نہیں بتاتا۔ یہ فراڈ نہیں ہے۔ (یعنی یہ معاہدہ بوجہ فریب قابل تنسیخ نہیں ہے)۔

نمبر ۲۔ ''ب'' ''الف'' کی بیٹی ہے۔ ایسی صورت میں فریقین کے مابین تعلقات کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ ''الف'' گھوڑے کے پاگل ہونے کے بارے میں ''ب'' کو بتائے۔ (یعنی یہ معاہدہ بوجہ فریب قابل تنسیخ ہے) (Contract Act, Sec.17, Pg.24)۔

جب کہ فقہ اسلامی کی رو سے یہ دونوں معاملات یکساں نوعیت کے حامل ہیں اور یہ دونوں معاہدات ''خیار عیب'' کی بنا پر مشتری کی مرضی سے قابل فسخ ہیں۔ (دیکھیے: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ لعبدالرحمٰن الجزیری، مترجمہ منظور احسن عباسی، ص ۴۰۷۔۴۱۰)

اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''من باع عیبا لم یبینہ، لم یزل فی مقت اللہ، ولم تزل الملائکۃ تلعنہ'' (سنن ابن ماجہ، مطبوعہ اسلام آباد، ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۳) ''جو شخص عیب دار چیز فروخت کرے اور اس کا عیب نہ بتائے تو وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضگی سے دوچار رہے گا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔''

جہاں تک دینی مدارس کے نصاب تعلیم کا تعلق ہے، تو دینی مدارس کے اساسی مقاصد واہداف کو سامنے رکھتے ہوئے نصابات ایک حد تک تسلی بخش ہیں۔ اگر چہ وقت کے ساتھ ساتھ مناسب ترامیم کی گنجائش کے علاوہ چند امور قابل اصلاح

ضرور ہیں، مثلاً: ۱۔ بین المدارس رابطہ کا فقدان ۲۔ مالی وسائل کی کمی یا اخراجات کا غیر منظم ہونا ۳۔ داخلی انتظامی مسائل ۴۔ مدرسین کی تدریسی مہارت اور تربیت کا فقدان ۵۔ داخلوں کا غیر منظم طریقہ کار ۶۔ علوم وفنون کے بجائے ''کتب'' کی تدریس ۷۔ استعداد کے بجائے ''حافظہ'' کا امتحانی طریقہ کار ۸۔ طلباء کی اخلاقی اصلاح وتربیت میں کمزوری ۹۔ فکری تعمیری صلاحیتوں کی حوصلہ افزائی کی کمی ۱۰۔ مختلف اسلامی علوم وفنون میں اعلیٰ تخصصات کا نہ ہونا ۱۱۔ کھیلوں اور جسمانی صحت کی طرف عدم توجہ ۱۲۔ بعض وجوہات کی بنا پر مسافر طلباء کی تعداد کی زیادتی اور شہری آبادی کا مدارس کی طرف کم رجحان۔

یہ ایسے مسائل ہیں جن کے حل کے لیے اربابِ مدارس کو فوری طور پر لائحہ عمل اور نصب العین متعین کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن بہرحال کمزوریوں اور خامیوں سے قطع نظر، دینی مدارس کے بنیادی مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دینی مدارس کی سمت ان کی منزل کی طرف ہی ہے۔ البتہ جزوی ترامیم کی ضرورت ہے۔

دینی مدارس میں جدید علوم وفنون کا مسئلہ: برصغیر پاک وہند میں پائے جانے والے دینی مدارس انگریزی استعمار اور تہذیبی تسلط کے نتیجہ میں وجود میں آئے تھے، اور ان کا بنیادی مقصد یہ ہی تھا کہ انگریزی استعمار کے مقابلے میں اسلامی علوم وفنون اور امت مسلمہ کے ملی تشخص کی حفاظت کی جائے۔ گویا یہ مدارس اُس وقت کے تقاضے کا نتیجہ ہیں اور یہ مدارس اس چیلنج کو پورا کرنے میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ آج بالخصوص پاکستان کے دینی مدارس کو معاشرے کی طرف سے ایک نیا چیلنج درپیش ہے، اور وہ ہے دینی مدارس میں جدید سائنسی علوم وفنون کی تدریس کا مسئلہ۔ دراصل ایک مسلم معاشرے کو اعلیٰ اسلامی اقدار کے مطابق زندگی گذارنے کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے، جو اپنے اپنے شعبہ میں پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ ساتھ، صحیح اسلامی تشخص کے بھی حامل ہوں۔ جب کہ آج ہمارے عام رسمی تعلیم کے اسکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں تعلیم پانے والے افراد میں وہ اعلیٰ اسلامی اقدار سرے سے موجود ہی نہیں ہیں، جن پر ایک اسلامی معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ کیونکہ ان اداروں میں دینی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ بلکہ اس طرح کے تعلیمی اداروں سے (جن کو تجارتی ادارے کہنا زیادہ مناسب ہے) یہ توقع رکھنا بھی اب فضول سا ہوگیا ہے کہ وہ معاشرے کو سچے مسلمان ڈاکٹر، سچے مسلمان انجینئر، ایمان دار افسران، دین دار سیاستدان اور منصف مزاج حکمران، مہیا کرسکیں گے۔ اس لیے کہ جن اسکولوں، کالجوں میں ''دینیات'' کے نام پر اسلام کے عملی احکام کی تعلیم کے بجائے صرف قصے کہانیاں اور من پسند نظریات کو فروغ دیا جاتا ہو، غیر اسلامی لباس اور وضع قطع کو پسندیدہ سمجھا جاتا ہو، اسلامی شعائر کا مذاق اور استہزاء اڑایا جاتا ہو، مخلوط تعلیم کو پسند کیا جاتا ہو، عریانی وفحاشی کو فروغ دیا جاتا ہو، موسیقی اور رقص وسرود کو روح کی غذا قرار دیا جاتا ہو، تعلیم کو محض ''روزی کمانے کا ذریعہ'' کے طور پر فروخت کیا جاتا ہو، ان اداروں سے اسلامی تعلیمات کی حفاظت کی توقع کرنا حماقت ہے۔

چنانچہ مذکورہ صورت حال سے مجبور ہوکر معاشرے کے دردمند اور دین دار طبقے کی طرف سے، دینی مدارس

بنیادی مقصد سے قطع نظر، یہ مطالبہ کہ دینی مدارس میں جدید علوم وفنون بھی پڑھائے جائیں، مجبور ولاچار شخص کی فریاد کی طرح ہے، اور یہ مطالبہ ایک حد تک معقول بھی ہے۔ اس لیے کہ مذہب اسلام، انسان کی دنیوی زندگی کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام تعلیمات اسی دنیا کی زندگی میں عمل پیرا ہونے کے لیے ہے تاکہ آخرت کی زندگی میں انسان کامیاب ہو سکے۔ کیونکہ اگر مسلمانوں نے بھی مذہبی تعلیمات کو محدود کر کے صرف مسجد و مدرسہ کی چاردیواری کے اندر بند کر دیا، تو وہی حال ہوگا جو آج مذہب عیسائیت کا ہے۔ یعنی مذہب کا دنیا میں بسنے والے انسانوں کی عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں رہے گا۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کا توطرۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ انسان کی دنیوی زندگی کا مکمل عملی خاکہ ہے۔ بالفاظ دیگر احکام شرعیہ اس دنیا میں عمل کرنے کے لیے ہی تو ہیں۔ گویا اس وقت معاشرے نے مغربی تہذیب کے مقابلے کے لیے ایک مرتبہ پھر دینی مدارس کے سامنے ایک چیلنج رکھ دیا ہے۔

لہٰذا اب یہ سوال اٹھتا ہے اس عظیم کام کو کیسے کیا جائے۔ آیا ان مدارس کے نصابات وغیرہ میں جدید علوم فنون کو شامل کر دیا جائے یا ان مدارس کے تابع بنا کر ایک نیا ماتحتی نظام وجود میں لایا جائے، جو معاشرے کی مذکورہ ضروریات کو پورا کر سکے۔ جیسا کہ ''اقرأ مدارس'' اس کی ایک مثال ہیں۔ لیکن بہرحال ایک بات مسلم ہے کہ معاشرے میں موجود دوسرے نظاماتِ تعلیم کی اصلاح و تنظیم نو کے بغیر دینی مدارس کے مروّجہ نظام و نصاب میں اساسی نوعیت کی ترمیم کا تجربہ انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔ نیز یہ بھی احمقانہ سی بات ہے کہ دینی مدارس سے ایم بی بی ایس، بی سی ایس، بی کام، ایم بی اے، ایل ایل بی وغیرہ کی ڈگریاں جاری کرنے کا انتظام کر دیا جائے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے دینی مدارس کے ماتحت ایسے جدید اسلامی اسکول قائم کر دیئے جائیں جن سے کم از کم میٹرک کرنے والا طالب علم جب آگے اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے سرکاری یا غیر سرکاری کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں جائے تو اس کا ذہن وہاں کے مغربی تہذیب کے دلدادہ ماحول سے متاثر نہ ہو سکے۔ واللہ ہو الموفق وعلیہ التکلان۔

دینی و عصری اساتذہ و طلباء کے لئے ایک بہترین کتاب

''وہ کوہ کن کی بات'' یہ ایک ایسے مایہ ناز عالم کی پاکیزہ زندگی کے حالات وواقعات ہیں جنہوں نے تربیتی و اصلاحی، تعلیمی وتدریسی شعبوں میں ایسے طریقے اختیار کیے جو سو فی صد کامیاب ہوئے۔ یہ کتاب نہ بہ ظاہر سوانح ہے، نہ مرتب تذکرہ، نہ قصیدہ ہے، نہ ہی نذرانۂ عقیدت، بلکہ معلومات، مشاہدات، تأثر ومحبت اور خراجِ تحسین کا ایک ایسا ملا جلا مجموعہ ہے جس میں سوانح وتذکرہ کا لطف بھی ہے، محبت کی چاشنی بھی ہے، عقیدت کی تراوش بھی ہے اور ادب وانشاء کی حلاوت بھی۔ غرض ہر اعتبار سے مفید مطالعہ ہے۔ **تقریظ: مولانا ابن الحسن عباسی صاحب**

Phone 021 2726509
Mobile 03002161927
G-29 | مکتبہ بیت العلم | E-mail: bit-trust@cyber.net.pk